محمد ذکوان ندوی

صحرا میں پھول

صحرا میں ہمیشہ پھول کھلتا ہے، صحرا میں چمن نہیں اگایا جا سکتا — اِسی حقیقت کی دریافت میں اصلاحِ امت کا راز چھپا ہوا ہے۔ ہماری تاریخ کے بیش تر مفکرین، دُعاۃ اور مصلحین اکثر اِس مفروضے کی بنیاد پر انتہائی اخلاص کے ساتھ کام کرتے رہے کہ وہ صحرا میں بھی اُسی طرح ایک سرسبز و شاداب چمن اگا سکتے ہیں، جس کا امکان اِس دنیا میں صرف ایک زرخیز زمین ہی پر ممکن نظر آتا ہے۔

اِس قسم کا طرز فکر سرتاسر قانونِ فطرت کے خلاف تھا، چنانچہ تاریخ کا تجربہ ہے کہ تمام تر کوششوں کے باوجود عملاً جو کچھ ممکن ہو سکا، وہ صرف انفرادی اصلاح کا عملی کام تھا، نہ کہ آئیڈیل افراد سازی اور اجتماعی انقلاب۔ حقیقت یہ ہے کہ اجتماعی انقلاب کا راستہ انفرادی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔ لہٰذا اصلاح و تربیت کے میدان میں کام کرنے والے افراد کو چاہیے کہ وہ اِس ابدی قانون فطرت کو لازماً ملحوظ رکھیں کہ اِس دنیا میں نہ آئیڈیل نظام بن سکتا ہے، اور نہ آئیڈیل افراد۔ اِس کا سب سے بڑا ثبوت خود کام کرنے والے یہ قیمتی افراد ہیں جو اپنے تمام تر علم واخلاص کے باوجود 'آئیڈیل' نہیں ہوا کرتے۔

ڈاکٹر اقبال (وفات: ۱۹۳۸ء) جیسے عبقری انسان نے اِسی احساس کے تحت ابتداءً فرمایا تھا:

نہیں ہے نا امید اقبال، اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے، ساقی!

تاہم، جلد ہی اقبال کے وسیع مطالعے نے اُنھیں بتایا کہ امتحان کی اِس دنیا میں ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ دورِ زوال کے تحت وجود میں آنے والے ایک قومی صحرا میں دوبارہ ایک سرسبز و شاداب چمن لہلہا اٹھے۔ چنانچہ اقبال نے

دورِ زوال کے مسلم گروہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تیرے محیط میں کہیں، گوہرِ زندگی نہیں

ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف!

تاہم، اِس واقعے پر ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود آج تک ''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی'' جیسا خوش فہمی پر مبنی تصور ہمارے درمیان ایک حسین خواب بنا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دو صدیوں کے دوران میں ہمارے انتہائی محترم مفکرین، مصلحین، اداروں اور تحریکوں کے بانیین، مخلص علما اور جدید و قدیم میدان کے ماہر دانش وروں کے ذریعے سے اس کشت ویراں کی یہ ''مٹی'' نہ صرف ''نم'' کی گئی، بلکہ مختلف مذہبی، ادارہ جاتی اور ملی و تحریکی سرگرمیوں کے ذریعے سے اُسے پوری طرح جل تھل کر دیا گیا، مگر نہ اُس کے اندر مطلوب قسم کی ''زرخیزی'' کا عمل جاری ہوا، اور نہ ہی کوئی اجتماعی انقلاب برپا ہو سکا۔

زوال کا قانون

حقیقت یہ ہے کہ فرد اور امت، دونوں پر زوال آتا ہے۔ علامہ ابن خلدون (وفات: ۱۴۰۶ء) نے حکومت کے حوالے سے اِسی تاریخی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ سلطنت جیسے ادارے کی بھی اُسی طرح ایک عمر ہوتی ہے، جس طرح افراد کی عمر ہوا کرتی ہے ('إنّ الدولة لها أعمارٌ طبيعيةٌ، كما للأشخاص' مقدمہ ابن خلدون ۱۷۰) اور ظاہر ہے کہ کوئی فرد، امت یا کوئی گروہ اِس عام فطری قانون (law of nature) سے ہرگز مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔

غیر حقیقت پسندانہ طرزِ فکر کا نقصان

دورِ زوال میں افراد ضرور ملیں گے، مگر ''آئیڈیل افراد سازی'' اور ''اجتماعی انقلاب'' کو نشانہ بنانا صرف اپنے آپ کو دھوکا دینے کے ہم معنی ہے۔ اِس غیر حقیقت پسندانہ طرزِ فکر کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہمارے خواب کبھی اپنی مطلوب صورت میں شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکیں گے۔ چنانچہ اِس قسم کے لوگ خود بھی سخت ذہنی اور نفسیاتی اختلال کا شکار رہیں گے اور اِسی کے ساتھ دوسروں کو بھی وہ اِسی بحرِ ظلمات میں دھکیلتے رہیں گے۔ اِس طرح عملاً یہ ہو گا کہ ایسے لوگ اُس عظیم ترین نعمت سے محروم ہو کر رہ جائیں گے جسے ذہنی سکون (peace of mind) اور فکری سداد (sound mindedness) کہا جاتا ہے۔

اِسی کے ساتھ ایمانی اعتبار سے، اِس غیر حقیقت پسندانہ طرز فکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جان ومال کی بڑی سے بڑی قربانی کے باوجود اپنی مسلسل ناکامی اور اپنے خواب اور اُس کی تکمیل کے درمیان پائی جانے والی اِس وسیع اور ناقابل عبور خلیج کو دیکھ کر اُن کے اندر سے حقیقی شکر کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔ وہ ہمیشہ شکر کے اُس مہلک کٹاؤ (erosion) کا شکار رہیں گے جس کے بعد ایک شخص کی زندگی میں عملاً صرف 'مذہبی' مراسم باقی رہیں، مگر حقیقتاً اُس کے اندر سے مومنانہ زندگی کا خاتمہ ہو کر رہ جائے۔ چنانچہ ایسا آدمی کاغذی اور رسمی اخلاقیات کا علم بردار ہوگا، مگر حقیقی اخلاقیات اُس کے اندر کہیں نظر نہیں آئیں گے۔ وہ اسلام کا جھنڈا بلند کر رہا ہوگا، مگر اُس کے اسلام میں عام انسانی اقدار (values) جیسا کوئی عمومی اظہار بھی عملاً دکھائی نہیں دے گا۔ ایسے لوگ ہمیشہ اِسی منفی شخصیت کے ساتھ جیتے اور آخر کار اِس حال میں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں کہ اُن کا پورا وجود عملاً اِس حقیقت کا مصداق بن چکا ہوتا ہے:

وہ محرومِ تمنا کیوں نہ سوے آسماں دیکھے؟
کہ جو منزل بہ منزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے!

تاہم، ایک مومن کبھی اِس ذہنی، ایمانی اور اخلاقی ہلاکت کا تحمل نہیں کر سکتا۔

اِسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے استاذ وحید الدین خاں نے بجا طور پر لکھا تھا:

"جب امت پر یہ وقت آجائے تو کرنے کا صرف ایک کام باقی رہتا ہے۔ وہ ہے مبنی بر افراد اصلاح۔ امت جب زندہ ہو تو مبنی بر اجتماع انداز کار آمد ہو سکتا ہے، لیکن جب امت اپنے دورِ زوال میں پہنچ جائے تو اُس وقت افراد کو تلاش کیجیے اور افراد کی اصلاح پر اپنے کام کو مرتکز کر دیجیے۔ اِس کے سوا کوئی اور طریقہ ہرگز نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ امت کے دورِ زوال میں مبنی بر امت سیاسی یا سماجی انقلاب کے پروگرام بنائیں، وہ بلاشبہ فطرت کے قانون سے آخری حد تک ناواقف ہیں۔ ایسے مصلحین خود قابل اصلاح ہیں، وہ امت کے مصلح نہیں بن سکتے۔" (ماہنامہ الرسالہ، اکتوبر ۲۰۲۰ء، ص ۱۳)

اجتماعی تعلیم وتذکیر کی اہمیت

مبنی بر فرد کام کو اپنا نشانہ بنانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عام لوگ بالکل نظر انداز کر دیے جائیں اور اُن کی تعلیم وتذکیر کا کوئی معقول انتظام نہ کیا جائے۔ اِس قسم کا تصور اِس معاملے میں ایک دوسری انتہا پر جانے کے ہم معنی ہوگا، اور کسی معاملے میں انتہا پسندی کا طریقہ اختیار کرنا سادہ معنوں میں، نہ صرف عقل واسلام کے

سرتاسر خلاف ہے، بلکہ وہ اپنے مطلوب مقصد کی تکمیل میں ایک ایسے سدِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کے تباہ کن نتائج سے کوئی فرد اور گروہ اپنے آپ کو ہرگز محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

چنانچہ قرآن کے مطابق، مبنی بر فرد کام کے ساتھ عام افراد کے درمیان عمومی اِنذار (التوبہ ۹: ۱۲۲) اور تذکیر (الذاریات ۵۱: ۵۵) کا اجتماعی کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری رہے گا۔ تاہم اجتماعی کام سے کسی حقیقی ''اجتماعی انقلاب'' کی توقع ہرگز درست نہیں۔ اجتماعی کام اجتماعی نوعیت کے عمومی نتائج پیدا کرے گا، افراد سازی جیسا مطلوب مقصد کبھی اِس کے ذریعے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

البتہ، اِس تعلیم و تذکیر کے ذریعے سے امت کو دو اہم فائدے ضرور حاصل ہوں گے: ایک یہ کہ اِس سے لوگوں کے درمیان عمومی بیداری پیدا ہوگی۔ دوسرے یہ کہ زوال یافتہ گروہ کی اِس عام بھیڑ اور اِس 'بحر الکاہل' سے کچھ زندہ افراد نکل کر سنجیدہ انفرادی کام کے میدان میں سرگرم طور پر شریک ہوتے رہیں گے، جس سے نہ صرف افراد سازی کا مطلوب کام مسلسل طور پر جاری رہے گا، بلکہ انفرادی تربیت کے اِس کام میں یہ سنجیدہ افراد اُس کے مضبوط دست و بازو کا رول ادا کریں گے۔ وہ مردانِ کار کی حیثیت سے افراد سازی کے اِس مطلوب مشن کے لیے ایک عظیم فکری اور افرادی قوت ثابت ہوں گے۔

(۲۵/ اکتوبر ۲۰۲۳ء)